بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

۲۵ جون کی طویل نشری تقریر میں چیف مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر جنرل محمد ضیاء الحق صاحب نے قومی حکومت کے قیام، خارجہ امور ملک کی موجودہ معاشی حالت کے علاوہ اسلامی نظام کے نفاذ کے سلسلہ میں بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ دیگر امور سے صرف نظر کرتے ہوئے ہم اسلامی نظام کے نفاذ (جو اولین اور اہم ترین مسئلہ ہے) سے متعلق جنرل صاحب موصوف کے خیالات کے بارہ میں کچھ عرض کریں گے۔ ہمیں افسوس ہے کہ جنرل صاحب کے اس اہم ترین موضوع سے متعلق خیالات کو موجودہ سیاسی اور ہنگامی مسائل سے دلچسپی کی بناء پر قوم اور قومی زعماء نے کما حقہٗ موضوع بحث نہ بنایا جبکہ ۱۹۷۷ء کی لامثال تحریک اور قربانیوں کا بنیادی محور اور مقصد یہی نظامِ مصطفیٰ کا نظام تھا، جہاں تک جنرل صاحب موصوف کی اسلام سے وابستگی کا تعلق ہے۔ اور جس درد و سوز سے وہ اصلاحِ معاشرہ اور اسلام پر گفتگو کرتے ہیں۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ موصوف کے دل میں اسلامی اقدار اور نظامِ شریعت کے احیاء و اجراء کا درد موجود ہے۔ اور وہ دل سے اسلامی نہج پر حالات کی تبدیلی کے خواستگار ہیں۔ اقتدار پر آنے کے بعد سے اب تک انہوں نے برملا اور بار بار اسلامی نظام نافذ کرنے، اس بارہ میں پیش رفت کرنے اور آنے والی حکومتوں کیلئے ایک ایسی بنیاد فراہم کرنے کا اعلان کیا ہے۔ کہ اس راستے سے کسی کو پھر پیچھے ہٹ جانا ممکن نہ رہے۔ لیکن ہم جب پچھلے ایک سال پر نظر ڈالتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اس بارہ میں عملی طور پر کچھ نہیں کیا گیا تو ہمیں مایوسی کے سوا کچھ نہیں ملتا۔ اس مایوسی میں جنرل صاحب موصوف کی مذکورہ تقریر سے اور بھی شدت آگئی جب جنرل صاحب نے فرمایا کہ: "اسلامی زندگی کا آئین جو چودہ سو سال پہلے نافذ ہوا تھا، آج بھی نافذ ہے۔ اسے کسی نے منسوخ نہیں کیا نہ یہ کسی ایک فرد یا گروہ کے ہاتھوں دوبارہ نافذ ہونے کا محتاج ہے۔" انہوں نے مزید کہا کہ: "اگر عوام روزمرہ کی زندگی میں پانچ وقت نماز کی عادت ڈالیں اور عملی زندگی میں اسلامی ضابطوں کو اپنالیں تو اسلامی نظام خود بخود نافذ ہو جائے۔" مزید ارشاد فرمایا کہ: اس بات کی توقع نہ رکھیں کہ راتوں رات قوانین کا ایک پلندہ تیار ہو جائے گا، اور کسی مقدس صبح کو اسے معاشرہ پر مسلط کر دیا جائے گا۔ اور آناً فاناً معاشرہ اسلامی رنگ میں رنگا جائے گا۔ وغیرہ ذلک۔

جنرل صاحب موصوف نے اجتماعی اور قانونی اصلاح سے زیادہ انفرادی اصلاح و جذبہ پر جس طرح زور دیا اس سے ان نام نہاد مغرب سے متاثر مغربی لبرزم کے خوشہ چینوں کے خیالات یاد آگئے جن کا موقف ابتداء سے یہ رہا ہے کہ مذہب فرد کا نجی معاملہ ہے۔ سیاست اور مذہب الگ الگ چیزیں ہیں اور اخلاقی و سماجی

قدروں میں فرد پر کسی قسم کی پابندی اس کے بنیادی حقوق میں مداخلت ہوگی۔ حکومت کا کام ملک کے اجتماعی معاشی اور حکومتی مسائل تک محدود ہے اور نظام مالیات کو کسی نہ کسی طرح ٹیکسوں سے مستحکم رکھنا ہے۔ اور بس ـــــ نہایت حیرت جنرل صاحب کے اس اندازِ بیان پر ہے جس میں انہوں نے اسلامی نظام کے چودہ سو سال سے نفاذ کا ذکر کیا ہے۔ ہم جنرل صاحب موصوف سے بصد ادب پوچھتے ہیں کہ کیا واقعی ہمارے اجتماعی اور انفرادی شعبہ ہائے حیات اسلام کی گرفت میں ہیں، کیا ہماری عدالتوں میں تعزیرات ہند اور انگریزی قوانین کی بجائے اسلام کا دور دورہ ہے۔ کیا ہمارے تعلیمی ادارے اور تعلیمی نظام اسلامی تہذیب و تربیت کے گہوارے بن چکے ہیں اور وہ ایک مسلم معاشرے کے لئے اہل اور صالح افراد مہیا کر سکتے ہیں۔ کیا ہمارے قانون ساز ادارے اور اسمبلیاں اسلامی حدود و قیود میں مصروفِ کار رہتی ہیں، کیا ہمارا نظامِ معیشت و تجارت اسلامی قدروں پر استوار ہے۔ کیا ہمارے اقتصادیات، سودی نظام کے ماتحت نہیں ہیں، کیا ہمارے ذرائع ابلاغ اسلام کے پابند ہیں، کیا ریڈیو اور ٹی وی کے یہ حیا سوز مناظر جن میں دن بدن ترقی ہوتی جارہی ہے۔ اسلام کے کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اصول اور تقاضے پر پورے اتر سکتے ہیں۔؟ پھر کیا اسلامی نظام محض اس وجہ سے نافذ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اس ابدی اور غیر فانی دین کو قیامت دشمنی کے تحریف و تبدل سے محفوظ کر دیا ہے، اور وہ قرآن سنت کی شکل میں بحمد للہ ہمارے پاس مکمل صورت میں موجود ہے اور لوگ اگر چاہیں تو اپنی مرضی سے انفرادی طور پر نماز روزہ حج و زکوٰۃ ادا کر سکتے ہیں ـــــ تو اسلام کا یہ نفاذ تحریک پاکستان اور پھر حالیہ تحریک نظامِ مصطفیٰ کی لامثال قربانیوں کے لئے وجہ جواز بن سکتا تھا۔؟ کیا انگریز کے عہد میں "اسلامی نفاذ" کی موجودہ شکل نہ تھی کیا اتنا کچھ رنجیت سنگھ کے دورِ حکومت میں ہمارے پاس نہ تھا۔؟ کیا یہ اسلام اب بھی سیکولر بھارت میں نافذ نہیں ؟ اور پھر کیا جابر و فاسق حکمران بھٹو کے دورِ حکومت میں یہ اسلام نافذ نہیں تھا۔ اسلام کا اتنا نفاذ تو موجودہ کمیونسٹ ممالک میں بھی ہم دیکھ سکتے ہیں، کیا اصلاحِ معاشرہ کیلئے حکومت کی ذمہ داری صرف وعظ و تبلیغ تک محدود ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ نے تمکنت فی الارض کے بعد (اقتدار ملنے والوں کیلئے) سب سے پہلی ذمہ داری یہ نہیں لگائی کہ صلوٰۃ و زکوٰۃ کے نظام کا قیام بھلائیوں کی اجراء اور منکرات کی بیخ کنی سب سے اہم اور مقدم فریضہ ہوگا۔ وعظ و تبلیغ کے ساتھ بلکہ اس سے زیادہ حکومت کی ذمہ داری حالات کو قوت و طاقت کے ذریعہ تبدیل کرنے کی ہے۔

فلیغیرہ بیدہ ـــــ وعظ و تبلیغ تو ہر عالم اور داعی و مبلغ ہر جمعہ کو منبر و محراب میں کرتا رہتا ہے۔ کیا دیگر ملکی مسائل و قوانین کی پابندی میں ہم عوام کو صرف تبلیغ کر کے آزاد چھوڑتے ہیں کہ اگر وہ چاہیں تو ٹیکس ادا کریں۔ کہا جاتا ہے۔ کہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے ماحول بنانا ہے۔ مگر جب یہ ماحول خود بخود بن سکتا ہے اور اسلامی تقاضوں کی تکمیل نفاذِ احکام و قوانین کے ہو جاتی ہے۔ تو اس کے بعد اسلامی نظام

کے نفاذ کی ضرورت کیا رہ جاتی ہے؟ افسوس کہ مرغی پہلے یا انڈہ؟ قسم کی اس بحث نے ہماری قومی زندگی کے ۳۳ سال ضائع کر دیئے ہیں۔ اور آج قوم کی نظریں جس مردِ مومن کی ذات پر لگی ہوئی ہیں، حیف صد حیف کہ اپنی صاف دلی و صاف گوئی اسلام سے لگن اور وابستگی کے باوجود وہ بھی اسی تذبذب فکری، اور غیر یقینی کیفیت کا شکار ہیں جس کا مظاہرہ ہم اسلام کے بارہ میں جدید دور کے مخصوص دانشوروں کے افکار و خیالات سے ہوتا رہتا ہے۔

جنرل صاحب نے اپنی تقریر میں اسلامی قوانین کی مشاورتی کونسل کی کارکردگی کا بھی ذکر کیا ہے۔ سچی بات تو یہ ہے کہ نفاذِ اسلام کو تاخیر و تعویق میں ڈالنے کا شکار اس ملک میں سب سے زیادہ ایسی کونسلوں کی آڑ میں کھیلا گیا ہے۔ حالیہ تحریک نظامِ مصطفیٰ کے دوران اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے جتنا میدان تیار ہوا ایسا کبھی نہ تھا۔ لوہا ہر طرح گرم ہو چکا تھا۔ اسے فوری طور پر اسلامی معاشرہ کے سانچوں میں ڈھالنے کی ضرورت تھی مگر ہوا یہ کہ چند معتمد علماء کے اضافے سے دوبارہ قوم کو اسلامی کونسل کی نوید سنا دی گئی ایسی کونسل جو پچھلے ادوار کی طرح اب بھی بے بس تھی درحقیقت اس کا کام اتنا تھا کہ وہ مہینوں اور ہفتوں کسی منقح اور طے شدہ مسائل پر طبع آزمائی کر کر کے اپنی سفارشات وزارت مذہبی امور کو بھیجے، اس میز سے یہ مسائل وزارتِ قانون کو منتقل ہوں اور وہاں سے جا کر اربابِ اختیار کے رحم و کرم پر رہ جائیں اس طویل چکر سے یہی ہوا کہ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ قوم میں مایوسی کی لہر دوڑ گئی، جذبات سرد ہو گئے۔ موجودہ مشاورتی کونسل بھی اسلام کے بارہ میں بیوکریٹی اصول سُرخ فیتے کے چکر کا ایک مقدس غلاف بنا ہوا ہے۔ اس نے کھل کر قوم کو اعتماد میں نہ لیا نہ یہ کون کون سی ترجیحات پر مبنی سفارشات اس نے پیش کیں۔ نہ خود اس نے اپنی ذمہ داری اور مسئولیت کی بنا پر اپنی سفارشات کے بارہ میں حکومت سے باز پرس کی کہ اگر پیش رفت نہ ہو سکی تو وہ اس جھنجھٹ سے نکل آتے بلکہ کونسل کے اہل حل و عقد نے اس کے برعکس جب بھی کوئی بیان دیا تو یہی کہ اسلام کا نفاذ کرنا کوئی کھیل نہیں یہ کام منٹوں میں نہیں ہو سکتا اور یہ کہ اسلام کے نفاذ کا کام اتنا پیچیدہ غیر منقح اور غیر منضبط ہے کہ چودہ سو سال میں گویا علم و تحریر کے میدان میں کچھ ہوا ہی نہیں اور اب چودہ سو سال کے بعد اللہ نے فرشتے اتار دیئے ہیں، جن کے ذریعہ ترتیب و تنقیح کا کام ہو رہا ہے۔ اور اگر کچھ بھی نہ ہوا تو تحریر و تصنیف کے میدان میں قوم کو ایک خزانہ تو مل ہی جائے گا۔ حالانکہ قوم کو مقالات رپورٹوں اور دستاویزات کی نہیں اسلام کے نفاذ کی ضرورت ہے۔ اسلامی کتب خانہ مدون شکل میں بھی ان سب باتوں سے مالا مال ہے۔ کونسل صرف قوم کو مایوسی دے رہی ہے اور یہ تاثر کہ اسلام تو موجودہ حالات میں قابلِ عمل ہی نہیں، ہم بصد خلوص و محبت جنرل صاحب موصوف اور کونسل کے محترم و معظم ارکان سے اپیل کرتے ہیں کہ خدارا اس سنہری موقع کو ضائع نہ کیجئے اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے عملاً کچھ کر دکھایئے۔ واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل۔

سمیع الحق
۱۵ ار جولائی ۱۹۸۰ء